ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.8,Issue No.2 (2026)
(April to June)

زیف سید اُردو ادب کی منفرد آواز

Zaif Syed: A Distinctive Voice in Urdu Literature

شگفتہ کرن
ایم۔فل اسکالر، شعبہ اُردو، شعبہ اُردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

Shagufta Kiran
M.Phil Scholar, Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University, Multan

Article Details
Received:
May 20, 2026
Accepted:
May 25, 2026
Online Published:
June 30, 2026

Copyright: © 2026 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Abstract: This paper explores the literary contributions of Zaif Syed, a prominent voice in postmodern Urdu literature. Born as Zafar Syed in Bagran, District Mansehra, he is known for his work in fiction, criticism, translation, journalism, and digital mediaZaif Syed began writing in 1996 and has worked with major institutions like Voice of America and BBC. He also launched the Urdu website _Urdu Point. His three novels "Aadhi Raat Ka Suraj", "Gul Meena", and "Rati" - address history, war, migration, and human relationships with a fresh narrative style. His short stories focus on rural life, traditions and the supernatural. In criticism, his book "Irtiqai Tanqeed: Ek Naya Adabi Paradigm". introduces evolutionary criticism to Urdu. As a translator, he rendered Borges' stories into Urdu as "Phool Phaliyan" and translated Ali Akbar Natiq's work into EnglishThe study concludes that Zaif Syed is a versatile writer whose historical awareness, scientific outlook, and social realism have made him a significant figure in 21st Century Urdu literature

Key words: Zaif Syed, Postmodern Urdu Literature, Urdu Fiction, Literary Criticism, Translation, Journalism, Digital Media

اُردو دنیا کے مابعد جدید عہد میں جو نام متنوع جہات میں اپنا کام سر انجام دے رہے ہیں، ان میں ایک اہم نام زیف سید کا ہے۔ زیف سید نے گزشتہ دو دہائیوں میں تنقید، تحقیق، فکشن، شاعری اور ترجمہ کی دنیا میں نام پیدا کیا۔ اُنھوں نے ڈیجیٹل میڈیا کے کئی فورمز سے وابستہ ہو کر سیاسی، سماجی، تاریخی اور ثقافتی مضامین لکھے ہیں جو بڑے پیمانے پر پڑھے گئے ہیں۔ یوں زیف سید آج کے عہد کا ایسا نام ہے جس نے کم عرصے میں بہت کچھ لکھا ہے۔ اُن کا بنیادی حوالہ فکشن اور شاعری ہے۔ خاص طور پر ان کے ناولوں نے اکیسویں صدی میں لکھے جانے والے فکشن میں اہم مقام حاصل کیا ہے۔ ان ناولوں کے موضوعات کے تنوعات اور اسلوب بیان کے حوالے سے ایک منفرد حوالہ ہے۔ ان ناولوں میں ہمارے سماج کے دیرینہ مسائل کو اس طرح سے فکشنائز کیا گیا ہے کہ قاری حیرتوں کے جنگل میں کھو جاتا ہے۔ اُنھوں نے کہانی، پلاٹ، کردار، مقالمہ، ماحول، منظر نگاری اور زبان کے عمدہ برتاؤ سے مابعد جدید دنیا کے مسائل کو ناول کا حصہ بنایا ہے۔ اس طرح زیف سید کے افسانے، مضامین اور شاعری ایک خاص معیار اور مزاج کی حامل ہے۔ آج اُردو دنیا میں جو لوگ مسلسل لکھ رہے ہیں اور قاری ان کے کام سے مطمئن ہے اُنھوں نے شہر علم و ہنر اسلام آباد میں بیٹھ کر اپنے کام کو آگے بڑھایا ہے اور وہ مسلسل اپنے کام کو مکمل توجہ کے ساتھ سر انجام دے رہے ہیں۔ زیف سید کا اصل نام ظفر سید ہے اور زیف سید ان کا قلمی نام ہے۔ ان

کی پیدائش ضلع مانسہرہ کے علاقے باگڑاں میں ہوئی۔ اُن کے والد سید مجتبیٰ شاہ مانسہرہ میں بورڈ آف ریونیو میں ملازم تھے جبکہ ان کی والدہ کا نام رفیق النساء ہے جو ایک گھریلو خاتون تھیں۔

زیف سید نے اسلام آباد کے فیڈرل کالج سے ایف ایس سی کا امتحان ۱۹۸۷ء میں پاس کیا۔ اس کے بعد اُنھوں نے ۱۹۹۴ء میں پشاور یونیورسٹی سے فارمیسی کی ڈگری حاصل کی۔ اُنھوں نے اپنے گھر سے دور رہتے ہوئے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ زیف سید کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ علم آگہی کا سفر کبھی ختم نہیں ہوتا۔ وہ دنیا کے مختلف ممالک میں رہے جہاں وہ کچھ نہ کچھ سیکھتے اور پڑھتے رہے۔ کچھ کو ہم نصابی سطح پر ڈاکومنٹ کر سکتے ہیں مگر وہ عملی تجربہ ان کے نزدیک زیادہ اہمیت کا حامل ہے جو کسی ڈگری کے حصول کے بغیر کہا جاتا ہے۔ خاص طور پر اُن کے ہاں بین الاقوامی تقاضوں اور سماجوں کی انفرادیت کے حوالے سے بہت سے سروے موجود ہیں۔ وہ کلاسیکل موسیقی کے دلدادہ اور فن موسیقی کے بارے اچھی خاصی جانکاری رکھتے ہیں۔ اُنھوں نے یوں نہیں کیا کہ آج تعلیم مکمل ہوئی اور نوکری میں جت گئے اور پھر پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا بلکہ وہ خود کو مسلسل علم و ادب سے جوڑے رکھتے ہیں اور کچھ نیا سیکھتے رہتے ہیں۔

زیف سید نے اپنی ملازمت کا آغاز مارکیٹنگ سے کیا۔ وہ وائس آف امریکہ ۲۰۰۵ء سے ۲۰۱۳ء تک ایڈیٹر رہے۔ اُنھوں نے وہاں معروف ویب سائٹ ''اُردو پوائنٹ'' بھی بنائی۔ وائس آف امریکہ کے لیے اُنھوں نے کئی کام سرانجام دیے اور اس ویب سائٹ کا نام بھی اُنھوں نے تجویز کیا۔ زیف سید ۲۰۱۲ء سے ۲۰۱۹ء تک بی بی سی سے بھی وابستہ رہے اور یہاں اُنھوں نے بطور ملٹی میڈیا پروڈیوسر کے اپنی خدمات سرانجام دیں۔ زیف سید نے میڈیکل کا ایک رسالہ بعنوان ''Elix'' بھی جاری کیا جسے پہلے مدیر بھی رہے۔ اس کے بعد وہ برطانیہ چلے گئے اور وہاں کے شہر ہند کاسل کے سرکاری محکمہ صحت میں بطور محقق کے کام کیا۔ یہ محکمہ نیشنل ہیلتھ سروس کے نام سے ہے۔ وہ آج کل پاکستان میں مقیم ہیں اور اپنی فنی مہارتوں سے اپنے کام کو معتبر بنا رہے ہیں۔ آج کل ان کا زیادہ تر رجحان علم نجوم کو سمجھنے میں صرف ہوتا ہے۔ وہ فکشن لکھ رہے ہیں اور سنہرے دنوں کی یاد تازہ کرتے ہوئے اپنے کام میں نئے نئے منصوبے شامل کرتے رہتے ہیں۔

زیف سید نے باقاعدہ طور پر نوے کی دہائی میں لکھنا شروع کیا۔ ۱۹۹۶ء میں ان کی پہلی تحریر شائع ہوئی جو ڈبلیو ہٹس کی نظم ''داسکینڈ کمنگ'' کا تجزیاتی مطالعہ تھی۔ زیف سید کی پہلی کتاب ''پاکستان میں سرطان'' کے عنوان سے ۲۰۰۲ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب پولیٹیکل پریس لاہور سے شائع ہوئی۔ کینس کے حوالے سے پاکستان میں شائع ہونیوالی یہ پہلی کتاب تھی۔ اس موضوع پر اتنی تفصیل سے کسی نے نہیں لکھا۔

اُنھوں نے ابتدا میں افسانے لکھے اور ان کے یہ افسانے زیادہ تر علی محمد فرشی کے رسالے ''سنبل'' میں شائع ہوئے۔ اس کے علاوہ ان کے رسالے اثبات میں، اخبار اُردو، سویرا میں شائع ہوئے۔ ان کے نمائندہ افسانوں میں چکی، شکاری، تیسری ہجرت، ساتواں سبق، حکیم صاحب، جنگل میں جن آگ کا بچہ، اور گولی چٹ جیسے نمایاں افسانے شامل ہیں۔ ان کے افسانوں کا تاحال کوئی مجموعہ شائع نہیں ہوا۔ زیف سید نے ''ناول کی سائنس'' کے عنوان سے مضامین کا ایک سلسلہ شروع کیا جو رسالہ ''اوراق'' اور ''سنبل'' میں شائع ہوا۔ زیف سید نے علی اکبر ناطق کی ایک کتاب ''شاہ محمد کا نانگہ اور دوسری کہانیاں'' کا انگریزی زبان میں ترجمہ '' Shah Muhammad's tanga and other stories '' کے عنوان سے شائع کیا۔ اس کے علاوہ اُنھوں نے اینڈی تھامس کی کتاب "Why we belive in god's" کا اُردو ترجمہ ''خدا کیوں'' کے عنوان سے ترجمہ کیا۔ اُنھوں نے بورخیس کے پندرہ انسانوں کا

اُردو ترجمہ بھی کیا جو ''بھول بھلیاں'' کے عنوان سے کتابی صورت میں اکادمی ادبیات سے ۲۰۱۹ء میں شائع ہوا۔ ان کا پسندیدہ موضوع تاریخ ہے جس پر ان کے بہت سے مضامین منشا شہود پر آ چکے ہیں۔ زیف سید کے تنقیدی مضامین پر مشتمل کتاب ''ارتقائی تنقید، ایک نیا ادبی پیراڈائم'' کے عنوان سے شائع ہوئی جس میں دلچسپ انداز سے ادب کی تفہیم کی گئی ہے۔

اُنھوں نے ''سفر نامہ حج'' کے عنوان سے ایک تحقیق کی ہے۔ اپنی اس منفرد کتاب میں اُردو میں حج پر جانے کے بعد تاثرات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ تحقیق کی ہے کہ یہ کتاب پاک اُردو میں لکھے جانے والے سفر نامے کا تحقیقی جائزہ ہے۔ وہ ایک بھرپور ادبی زندگی گزار رہے ہیں۔ فارغ اوقات میں بہت سے مشغل اپنائے رہتے ہیں جس میں مصوری، موسیقی اور خطاطی شامل ہی۔ ان کی خطاطی پر مشتمل تصاویر کی امریکہ میں تین بڑی نمائشیں ہو چکی ہیں۔ وہ پچاس سے زائد رسائل اور کتابوں کے سرورق بھی تخلیق کر چکے ہیں۔

زیف سید کو سب سے شہرت ناول نگاری کی بابت حاصل ہوئی۔ اب تک ان کے تین ناول منظر عام پر آ چکے ہیں۔ ''آدھی رات کا سورج'' ان کا پہلا ناول ہے جو فکشن ہاؤس لاہور سے ۲۰۱۳ء میں شائع ہوا۔ اس ناول میں مسلمانوں کے عروج اور زوال کی داستان بیان کی گئی ہے۔ اس ناول میں داستانوی اندازِ بیان اختیار کیا گیا ہے۔ ناول میں تاریخ سفر نامہ اور فلیش بیک کی تکنیک استعمال کی گئی ہے۔ اس ناول میں ایک ایسی تہذیب کی تلاش کی گئی ہے جو اب مکمل طور پر غائب ہو چکی ہے۔ یہ ناول مسلمانوں کے عروج کے زمانے کے ہسپانوی شہروں کی عظمت کو بیان کرتا ہے جس میں غرناطہ، قرطبہ اور اشبیلہ شامل ہیں۔ اس ناول کے بیان میں اُنھوں نے تاریخ سے مدد لی ہے اور مختلف کرداروں کے ان پہلوں کو روشن کیا ہے جو اس سے پہلے کسی کے سامنے نہیں تھے۔ کہانی سادہ بیانے میں آگے بڑھتی ہے اور کہیں کوئی جھول دکھائی نہیں دیتا۔ وہ ماضی اور حال کو یکجا کر دیتے ہیں۔

> ''میں ۱۱ مئی ۲۰۰۸ء کی ایک چمکیلی سہ پہر عبد الرحمن اول کی سنہ ۷۸۶ء میں تعمیر کروں مسجد قرطعہ کے احاطے میں کھڑا تھا جو دنیا بھر میں اسلامی طرز تعمیر کے قدیم ترین اور اعلیٰ ترین شاہ کاروں میں سیا یک سمجھی جاتی تھی۔ میرے اور حرم قرطبہ کے درمیان صرف ایک دیوار حائل تھی۔ اعصاب پر سنسنی سی چھائی ہوئی تھی۔ ہاتھ پاؤ پھولے جاتے تھے۔''(۱)

''گل مینہ'' ان کا دوسرا ناول ہے جو رو میل ہاؤس آف پبلی کیشنز، راولپنڈی سے ۲۰۱۹ء میں شائع ہوا ہے۔ اس ناول میں شمالی وزیرستان اور اس سے جڑے ہوئے علاقوں میں طالبان کی کارستانیوں، تنظیم سازی اور دیگر سرگرمیوں کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اس خطے کے لوگ جنگ کا ایندھن کس طرح بن رہے ہیں۔ ناول کی ایک کردار خاتون یہاں سے فرار ہوتی ہے اور پھر وہ کسی طرح کی مشکلات میں گھر جاتی ہے۔ یہ ایک اہم دستاویز بن جاتی ہے یہ عورت در در ٹھوکر کھاتی ہے، اس سے زندگی کی ساری خوشیاں چھن جاتی ہیں۔ زیف سید نے اس ناول میں دکھایا ہے کہ کس طرح اپنوں کی محبتیں قصہ پارینہ بن جاتی ہیں۔ اس کے اپنے اسے بے یارو مددگار چھوڑ دیتے ہیں۔ اس ناول میں اس خطے میں پھیلتا ہو خوف، انتشار اور بے گھری ہمارے سامنے اس خطے کا ایک نیا تعارف لے کر آتی ہے۔ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''ارغنداب میں رہائش کے نو سال بعد حالات اچانک بدل گئے اب ہر وقت آسمان پر جنگی جہاز آتے تھے اور اس پاس کی پہاڑیوں پر بم برسا کر اور دھول کے مرغولے بند کر کے

ایک نالے کے ساتھ افق کی دوسری طرف پہنچ جاتے تھے۔ نمود ار غنداب میں ان
جہازوں نے ہم مار کر پرانے محلے کا بڑا حصہ ملیامیٹ کر دیا۔"(۲)

"رتی" زیف سید کا تیسرا اور اب تک کا آخری ناول ہے جو حال ہی میں فروری ۲۰۲۶ء کو راولپنڈی سے شائع ہوا ہے۔ اس ناول کا مرکزی کردار "رتی" ہے جو کہ ایک تاریخی کردار ہونے کے ساتھ ساتھ قائد اعظم محمد علی کی بیوی تھیں۔ زیف سید تاریخ سے گہرا شغف رکھتے ہیں۔ اس ناول میں ہندوستانی اشرافیہ کے دو کرداروں کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اس ناول میں ایک کردار کی محبت کی کہانی کو بیان کیا گیا ہے۔ قاری ان کرداروں سے اس قدر مانوس ہو جاتا ہے کہ ان کی ٹوٹ پھوٹ کو اپنی ذات سے جوڑ دیتا ہے۔ ناول محبتوں، محرومیوں، مجبوریوں، سماج کی مکھیوں سے بھرا ہوا ہے۔ ناول میں کہیں کہیں ہمیں شعور کی رو کی تکنیک بھی ملتی ہے کہ ہم اس ناول کے بہاؤ میں بہے جاتے ہیں۔

"خاموشی کہیں اس کے اندر ایک طوفان برپا کر رہی تھی۔ وہ شخص میرا کیوں نہیں ہو سکتا
ہم اس شہر کے طاقتور لوگ ہیں۔ میں حسین ہوں مجھ میں ایسی کیا برائی ہے۔ وہ میرا
انتخاب ہو سکتا ہے ہم محبت کی اس لڑائی میں ضرور کامیاب ہونگے۔ جناح اور رتی ایک ہو
جائیں گے اس کے اندر طرح طرح کے طوفان آرہے تھے۔ وہ خاموشی سے ان کی آواز
سن رہی تھی اور اسے پورا یقین تھا کہ اب کچھ ضرور ہو گا۔"(۳)

زیف سید کے افسانوں میں ہمیں ہزارہ کا وہ دیہات نظر آتا ہے جہاں قدیم روایات بدل رہی ہیں اور جدید ٹیکنالوجی دیہات کے حسن کو مجروح کر رہی ہے۔ وہ اپنے افسانوں میں ایسے کردار متعارف کرواتے ہیں جن کی تمام عمر دیہات میں گزری۔ وہ دیہی زندگی میں رچے بسے ہوئے ہیں گاؤں کے لوگ زیف سید کی کہانیوں میں اپنی قدیم روایات سے جڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہی روایات ان کی بقاء ہیں جنہیں توڑنا درست نہیں ہے۔ گاؤں میں چوپال ہے روز شام کو وہاں کہانی سنائی جاتی ہے۔ دور پرے کے گاؤں میں کوئی واقعہ ہو جائے تو اس کا ذکر زبان زدِ عام ہوتا۔ مصنف ن ان افسانوں میں خاص طور پر ان کرداروں کو موضوع بنایا ہے جو مستقل شہر جا بسے اور کبھی کبھی گاؤں آتے ہیں۔ گاؤں کے دیگر لوگ ان سے برائے نام ہی تعلق رکھے ہوئے ہیں کیونکہ گاؤں میں سب کام اکٹھے مل کے کئے جاتے ہیں۔ اگر کسی کے گھر کی چھت لپائی کرنا ہو تو سب لوگ اکٹھے ہو کر گارا بناتے۔ اس گارے کو چھوٹے چھوٹے تھالوں میں رکھ کر چھت تک پہنچایا جاتا جہاں ایک مستری ان کو آپس میں ملا کر چھت کی لپائی کرتا ہے۔ اسی طرح فصل پکنے پر بھی اجتماعی طور پر سب ایک دوسرے کا کام کرتے ہیں۔ ان افسانوں میں فطرت کا حسن بیان ہوا ہے۔ زیف سید کے افسانوں میں کردار نگاری اور منظر نگاری پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔

زیف سید کے چند افسانوں میں جدید شہری زندگی کو بھی موضوع بنایا گیا ہے۔ ان کے افسانے مختصر ہیں اور خالص زندگی کے دور جانے والے کسی لمحے کی عکاسی کرتے ہیں۔ زیف سید کے ادبی کام کا ایک اہم حصہ ان کی تنقید نگاری ہے۔ اُنھوں نے مختلف ادبی اور سائنسی موضوعات پر مضامین لکھے۔ خاص طور پر ادب کی مختلف جہات پر ان کے لکھے ہوئے مضامین، مختلف رسائل اور ویب سائٹس پر شائع ہو چکے ہیں۔ اُنھوں نے فکشن سے بھی پہلے تنقید لکھنا شروع کی۔ وہ عالمی اور اُردو ادب پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ ان کے تنقیدی مضامین گہرے مشاہدے اور تنقیدی نتائج کے حامل ہیں۔ ان کے ادبی مضامین میں ناول کی سائنس کے عنوان سے مضمون سلسلہ وار ادبیات میں شائع ہوتا رہا ہے۔ اس کے علاوہ سرخ سمیل "میں لشکری زبان اور عمر خیال" رسالہ "سنبل" میں شائع ہوئے۔ یوسفی آخر

یوسفی ہے، جون ایلیا باغی شاعر، غالب منٹو کی طوائف کی روشنی میں یہ چراغ کس نے بجھا دیا، میرا جی جنسی مریض یا جینئس اور چودھویں کے چاند ہو کے خالق شکیل بدایونی ان کے اہم مضامین ہیں۔ زیف سید قلم، ڈراما، موسیقی، خطاطی اور مصوری سے بھی گہرا لگاؤ رکھتے ہیں جو ان کی ادب فہمی میں معاونت کرتے ہیں۔

ایک اور مضمون ''غیر مادری زبان میں اُردو زبان کے حوالے سے ارتقائی نظریات'' کو موضوع بناتے ہیں وہ اُردو زبان کے حوالے سے چند بنیادی سوالات اٹھاتے ہیں۔ مضمون کے آغاز میں لکھتے ہیں۔

> ''ایک ایسی زبان کا تصور کیجئے جس کے لکھنے والے ادیبوں کی اکثریت کی مادری زبان کچھ اور ہو لیکن ذریعہ اظہار یہ زبان ہو یعنی وہ سوچتے کسی اور زبان میں ہیں بات کسی اور زبان میں کرتے ہیں۔ لکھتے اُس زبان میں ہیں جو اُنھوں نے بچپن میں اپنے ارد گرد کے ماحول سے سن کر نہیں سیکھی بلکہ کتابوں میں پڑھ کر اور میڈیا پر سن کر سیکھی ہے۔ ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ایسے لکھنے والے اس زبان کے تمام کونوں کھدروں، سایوں، کھنڈروں، ویرانوں، دشتوں، محفلوں، مجلسوں تک رسائی رکھتے ہیں۔''(۴)

زیف سید نے جون ایلیا کے حوالے سے مضمون لکھا جس میں ان کے اشعار کی روشنی میں باغی فکر کا احاطہ کیا گیا۔ جون ایلیاء نے اپنے پہلے مجموعے شاید میں ایک طویل دیباچہ لکھا جس میں کچھ کوتاہیوں اور لرزشوں کے بعد اُنھوں نے خود کو تنہائی میں قید کر لیا تھا۔ وہ اس کرب سے باہر نہیں آپائے۔ اُنھوں نے ان طاقتور قوتوں کو رومانوی انداز میں مخاطب کیا ہے اور سماج میں بگاڑ پر ان کو الزام دیا ہے۔ اس کے علاوہ جون کی بڑی بغاوت اپنے محبوب سے ہے۔ وہ ہر دوسرے شعر میں محبوب کو مخاطب کرتے ہیں اور زمانے کی رسمیات کے خلاف ایک محاز کھول لیتے ہیں۔ اگر وہ محبوب کو جلی کٹی نہ سنائے تو اس کے پاس کہنے کو کچھ نہیں بچے گا۔ زیف سید نے جون کی شاعری کا ایک مختلف انداز سے محاکمہ کیا ہے۔ زیف سید نے جون ایلیا کے حوالے سے مضمون لکھا جس میں ان کے اشعار کی روشنی میں باغی فکر کا احاطہ کیا گیا۔ جون ایلیاء نے اپنے پہلے مجموعے شاید میں ایک طویل دیباچہ لکھا جس میں کچھ کوتاہیوں اور لرزشوں کے بعد اُنھوں نے خود کو تنہائی میں قید کر لیا تھا۔ وہ اس کرب سے باہر نہیں آپائے۔ اُنھوں نے ان طاقتور قوتوں کو رومانوی انداز میں مخاطب کیا ہے اور سماج میں بگاڑ پر ان کو الزام دیا ہے اس کے علاوہ جون کی بڑی بغاوت اپنے محبوب سے ہے وہ ہر دوسرے شعر میں محبوب کو مخاطب کرتے ہیں اور زمانے کی رسمیات کے خلاف ایک محاز کھول لیتے ہیں۔ اگر وہ محبوب کو جلی کٹی نہ سنائے تو اس کے پاس کہنے کو کچھ نہیں بچے گا۔ زیف سید نے جون کی شاعری کا ایک مختلف انداز سے محاکمہ کیا ہے۔

> ''جون ایلیا کے ہاں بغاوت کا عنصر کسی بھی دوسرے شاعر کی نسبت گہرا ملتا ہے وہ سماج کے مروجہ اصولوں سے بغاوت کرتے ہیں۔ جس میں دو مرکزی پہلو ہیں ایک اپنی ذات سے بغاوت اور دوسری مذہب سے اپنے بہت سے اشعار میں ان سے نفی کے جذبات جوڑتے ہیں۔''(۵)

زیف سید کا مضمون ''یوسفی آخر یوسفی ہے'' اُردو مزاح کی روایت پر ایک منفرد مضمون ہے جس میں دو اُردو مزاح نگاروں کے مزاح کا جائزہ لیتے ہوئے مشتاق احمد یوسفی کی مزاح کے ساتھ موازنہ کرتے ہیں۔ ابن انشاء شفیق الرحمن، رشید احمد صدیقی اور پطرس بخاری کے ہاں کیا نہیں تھا جو مشتاق احمد یوسفی کے ہاں موجود ہے۔(۶)

''غالب، منٹو کی طوائف کی روشنی میں'' ایک منفرد مضمون ہے کہ دو الگ عہد کے لوگوں میں طوائف کس طرح مشترک ہے۔(۷) غالب شاعر تھے اور دلی میں رہتے تھے جبکہ منٹو افسانہ نگار تھے اور بمبئی اور لاہور میں۔ اپنے ان دونوں کے تجربے میں طوائف کسی طرح مشترک تھی اس مضمون سے ہم ہندوستان کی سماجی نفسیات اور ان دو بڑے فنکاروں کے ذہنی محرکات اور برصغیر میں مردانہ تسلط کے فلسفے کو سمجھ سکتے ہیں۔

زیف سید نے ملکہ بھوپال کے ۱۵۸ برس پہلے کیے گئے حج کے سفر نامہ کو مرتب کیا ہے۔ اُنھوں نے ایک گمشدہ تاریخ کو زندہ کر دیا ہے۔ یہ سفر نامہ برصغیر میں کسی بھی خاتون کا پہلا سفر نامہ ہے یہ اُردو کا پہلا سفر نامہ بھی ہے اس سفر نامہ میں انیسویں صدی کے ہندوستان اور عرب معاشرت کی نمایاں جھلکیاں ہیں اس کے علاوہ یہ سفر نامہ نواب سکندر بیگم کی ریاست بھوپال کے حوالے سے بھی بہت سی معلومات دیتا ہے۔

> ''تمھیں لاکھ روپیہ سلطان دور حرمین شریفین کے خرچ کو دیتا ہے نہ تو صفائی شہر کی ہوتی ہے اور نہ بندوبست عملہ حرمین شریفین کا ہوتا ہے میر اداماد اور لڑکی ریاست بھوپال کا بندوبست کر لیں گے۔ سلطان روم یہی تیس لاکھ روپیہ مجھے دیویں دیکھو میں اس تیس لاکھ روپیہ میں کیسی صفائی شہر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی کروں اور شورش بندوں کی مختم کروں تا کہ سلطان کو بھی معلوم ہوا کہ پشت در پشت یہ نمک حرام اور روپیہ کھاتے ہیں اور کوئی شے درست نہیں۔''(۸)

زیف سید نے تاریخی حقیقت کو نمایاں طور پر بیان کیا ہے اُنھوں نے مختلف ادوار میں نمایاں رہنے والے لوگوں کو اس طرح سے بیان کیا ہے کہ ہم ان کے بارے میں جان سکتے ہیں جیسے وہ ہمارے سامنے موجود ہوں اور ہم ان کو دیکھ رہے ہوں کسی بھی محلے کے لوگوں کے لیے درست تاریخ کی جانکاری ہمیشہ اہمیت کی حامل رہی ہے بادشاہوں نے اپنی من پسند تاریخ لکھوائی۔ یہ ادیب ہی تھے جنھوں نے کبھی شاعری کی صورت میں کبھی کہانی کی صورت میں اپنے زمانے کے بیچ لکھے ہیں۔ زیف سید نے دنیا کی تاریخ کو ایک نئے سرے اور نئے انداز سے دیکھا ہے اس کے علاوہ ان کے تاریخی مضامین میں حواشی اور وضاحتیں موجود ہیں۔ جب کوئی نیا فردیا صورتحال ہمارے سامنے آتی ہے تو زیف سید اسے قاری پر پوری طرح آشکار کرتے ہیں اُنھوں نے تاریخ کو بالکل خشک انداز میں تحریر نہیں کیا بلکہ اس میں دلچسپی کے عنصر کو سامنے رکھا ہے تا کہ قاری اسے پڑھتے ہوئے اکتاہٹ، بے زاری کا شکار نہ ہو بلکہ اس کے اندر دلچسپی پیدا ہو اور وہ متن سے جڑا رہے۔ زیف سید اس کتاب کی انفرادیت بارے بتاتے ہوئے کہتے ہیں:

> ''نواب سکندر بیگم آف بھوپال کا یہ نایاب حج نامہ، جو ۱۸۶۷ میں قلم بند ہونے کے بعد وقت کی گرد تلے دب گیا تھا، بالآخر ۱۵۸ سال بعد اُردو قارئین کے لیے پہلی بار زیور طباعت سے آراستہ ہو رہا ہے۔ یہ صرف ایک روحانی سفر کی کہانی نہیں ایک باشعور اور زیرک ملکہ کا انیسویں صدی کے عرب معاشرے کا باریک بین مشاہدہ اور بے لاگ تنقید ہے۔ ۱۹ ویں صدی کے حجاز کا سیاسی و حکومتی نظام حاجیوں کے ساتھ روا رکھے جانے والا سلوک، مکہ اور جدہ کے باسیوں کی عادات رسوم لباس اور طرز زندگی، یہ سب جزئیات اس سفر نامے میں شفافیت کے ساتھ محفوظ ہو گئی ہیں۔

اس کتاب کو دو غیر معمولی اعزاز حاصل ہیں: یہ نہ صرف اُردو زبان میں لکھا جانے والا پہلا حج نامہ ہے، بلکہ کسی بھی مسلمان خاتون حکمران کی تحریر کردہ پہلی کتاب بھی ہے۔ یہ محض ایک تاریخی دستاویز نہیں بلکہ اپنے عہد سے کہیں آگے کی نسوانی آواز اور بین الثقافتی تجزیے کا نادر امتزاج ہے۔"(۹)

زیف سید کا ایک اہم ادبی حوالہ ترجمہ کاری کا ہے اُنھوں نے عالمی ادب کے نمائندہ افسانوں کو اُردو میں ترجمہ کیا ہے اور علی اکبر ناطق کے افسانوں کے ایک مجموعہ کو اُردو سے انگریزی "محمد شاہ کا تانگہ اور دوسری کہانیاں" میں ترجمہ کیا ہے۔ ان کی ایک کتاب بورخیس کے پندرہ افسانوں کا اُردو ترجمہ "بھول بھلیاں" کے عنوان سے اکادمی ادبیات پاکستان سے شائع ہوئی جس میں بورخیس کی کہانیوں کا ترجمہ شامل ہے۔(۱۰) زیف سید ترجمہ کاری کے حوالے سے ایک واضع موقف رکھتے ہیں۔ وہ فن ترجمہ نگاری کے مبادیات سے بخوبی واقف ہیں۔ زیف سید ترجمہ میں ادبیت کے حامی ہیں۔

اُردو میں بورخیس کے کئی تراجم ہوئے ہیں۔ بورخیس فکشن لکھنے کے روایتی ڈھانچے کو توڑنے کی صلاحیت رکھتے ہیں وہ کہانی، پلاٹ، کردار اور منطقی انجام کی پرواہ کیے بغیر حسیات کے حامل افسانے تحریر کرتے ہیں اس لیے ان کو ترجمہ کرنا آسان نہیں ہے۔ زیف سید نے ان کی کہانیوں کا ترجمہ کیا تو ساتھ میں ان کہانیوں کے ترجمہ کا جواز بھی پیش کیا ہے اور ترجمہ کے وقت جو مشکلات انہیں پیش آئیں ان پر بھی تفصیل سے لکھا ہے۔

بورخیس کی زبان عام ادیبوں سے ہٹ کر ہے جس کی وجہ سے وہ مشکل ثابت ہوتے ہیں۔ وہ تشبیہات اور استعارات کا استعمال تواتر سے کرتے ہیں۔ زیف سید نے بورخیس کے انگریزی میں ہونے والے تراجم کو سامنے رکھا ہے اور اُردو میں ہونے والے تراجم میں مسائل پر روشنی ڈالی ہے وہ بورخیس کے ہسیانت متن کو بھی سامنے رکھا ہے۔

زیف سید کے تراجم اپنے پورے تہذیبی رچاؤ کے ساتھ موجود ہیں۔ اُنھوں نے ترجمہ کے جواز اور مبادیات پر بات کی ہے۔ وہ ترجمہ سے پہلے اس فکشن پر ہونے والی تنقید اس کا ادب میں مقام مصنف کا مکمل تعارف اس فن پارے کی اہمیت، وہ کسی زبان میں لکھا گیا اس کے انگریزی مترجمین نے اس کے بارے میں کیا رائے دی ہے اور دیگر معاملات کو مکمل طور پر سامنے رکھتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے تراجم کو اُردو میں سراہا گیا ہے اور اہم ناقدین نے اس پر بات کی ہے جس کی روشنی میں ہم نے ان کے تراجم کا جائزہ لیا ہے۔ زیف سید کے کام میں سائنسی اور فلسفیانہ تحریریں بھی خاصے کی ہیں۔ اُنھوں نے ارتقاء کے حوالے سے مختلف تصورات کا جائزہ لیا ہے اور اسے تنقید کے ارتقاء کی صورت میں مکمل کیا ہے۔ اس ضمن میں ان کی کتاب "ارتقائی تنقید" اہمیت کی حامل ہے۔ اس کے علاوہ زیف سید نے بہت سے مضامین ایسے لکھے ہیں جو فلسفیانہ اور نفسیاتی دبستان کے اہم سوالات ہیں۔ اُنھوں نے موت کے فلسفے پر مضامین کا ایک سلسلہ تحریر کیا ہے جس میں انسان کے موت کے حوالے سے قدیم تصورات اور سائنسی حقائق کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

"خدا کیوں" کے عنوان سے اُنھوں نے اینڈی تھامس کی کتاب "وائی وی بلیو ان گاڈ" کا ترجمہ بھی کیا ہے۔ انسان نے موت کا تصور خوف کی بنیاد پر سمجھا ہے۔ انسان دنیا کے جس بھی محلے میں رہتا ہو اسے موت سے ہمیشہ خوف رہا ہے یہ خوف اس کی نفسیات کا ذمہ ہے انسان اس خوف سے اس وقت ہی نکل سکتا ہے جب وہ اس کی سائنسی وجوہات کو سمجھتا ہے یوں کوئی بھی انسان موت سے بچ نہیں سکتا۔ زیف سید نے اس موضوع پر آج تک ہونے والی تحقیق کو شامل کیا ہے اور انسان کے بنیادی سوالات کے جواب ڈھونڈنے میں مدد کی ہے اس کے علاوہ ان کی یونانی فلسفہ کے حوالے سے بھی چند تحریریں اہمیت کی حامل ہیں جن میں اُنھوں نے ارسطو اور افلاطون کے

نظریات پر بحث کی ہے۔ زیف سید کی کتاب "ارتقائی تنقید" سٹی بک پوائنٹ کراچی سے ۲۰۲۴ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کا بنیادی موضوع سائنس کا اہم ترین سوال ارتقاء سے تنقید نے گزشتہ ادوار میں بہت سے پہلو متعارف کروائے ہیں جس میں نفسیاتی تنقید، رد تشکیل ساختیات، مابعد ساختیات، مارکسیت، فیمنزم، نو آبادیات اور مابعد نو آبادیاتی تنقید نئی جہات کو سامنے لا رہی ہے۔ اس کتاب میں تنقید کے مختلف نظام ضابطے اور تھیوری پر توجہ دی گئی ہے۔

زیف سید کی یہ کتاب نظریہ ارتقاء اور تنقید کے مختلف دبستانوں کے حوالے سے تعارف اور بحث کو ذمہ بنایا ہے خاص طور پر جدید مغربی مباحث کے اُردو تنقید پر اثرات کو اُنھوں نے عمدگی سے بیان کیا ہے۔ صلاح الدین درویش اس کتاب کے بارے کہتے ہیں:۔

> "زیف سید نے اپنی کتاب ارتقائی تنقید میں کتاب میں ڈارون کے نظریہ جہد البقاء کو موضوع بنا کر اُردو ادب میں نئے تنقیدی دبستان کو متعارف کروایا ہے اور بتایا ہے کہ انسانی تعلقات کی وہ دنیا جو دنیا بھر کے ادب میں دکھائی دیتی ہے وہ حیاتیاتی ارتقا کے بنیادی اصول پر کھڑی ہے۔ زیف سید نے اپنی اس کتاب کا اسلوب شگفتہ رکھا ہے۔ یہ حیرت انگیز بات ہے لیکن کتاب قرآت کرتے ہوئے اس بات کا اندازہ بھی ہوتا ہے کہ کتاب کے موضوع کو کچھ کم کرنے کے لیے ایسا خوب سمجھتے بوجھتے ہوئے کیا گیا ہے۔"(۱۱)

قاسم یعقوب اس کتاب کی انفرادیت کے بارے کہتے ہیں:۔

> "زیف سید نے اُردو تنقید میں ایک نئے ڈسپلن کے مقفل دروازوں کو کھولا ہے۔ میرے لیے یہ انکشاف کی حد تک نئی معلومات تھی کہ انسان کا جذباتی نظام غصہ، پچھتاوا، ڈر عسکریت، رحم، نفرت حتی کہ محبت جیسا فطری جذبہ بھی ارتقائی ہے۔ بلکہ فطرت کا پورا داخلی نظام ارتقائی ہے۔ کیا آپ اتنی بڑی حقیقت سے مبرا ہو کے ادب کی تدریجی شکلوں کو سمجھ سکتے ہیں؟ زیف کی یہ کتاب اُردو تنقید کی پہلی کتاب ہے جو تاریخ کی دانش کا احاطہ کرتی ہے۔"(۱۲)

زیف سید متنوع جہات میں کام کرنے والے ادیب ہیں ان کا بنیادی حوالہ ناول نگاری ہے اُنھوں نے افسانہ لکھا اور شاعری کی، تنقیدی مضامین لکھے، مصوری اور خطاطی کی۔ اُنھوں نے قلم اور موسیقی کو سمجھا اور لکھا۔ وہ تاریخ نگار اور صحافی کے طور پر مصروف ہیں۔ وہ بی بی سی سے وابستہ رہے۔ مختلف ملکوں میں خدمات سر انجام دیں۔

حوالہ جات

۱۔ زیف سید، آدھی رات کا سورج، لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۱۳ء، ص:۴۳

۲۔ زیف سید گل مینہ، راولپنڈی، رومیل ہاؤس آف پبلی کیشنز، ۲۰۱۹ء، ص:۲۵۷

۳۔ زیف سید، رتی، راولپنڈی، رومیل ہاؤس آف پبلی کیشنز، ۲۰۲۶ء، ص:۳۵

۴۔ زیف سید، استفاد مقالہ نگار، بذریعہ فیس بک آرٹیکل

۵۔ https://pakistansinfocus.wordpress.com/2013/

۶۔ https://www.bbc.com/urdu/entertainment-44553294

۷۔ https://www.bbc.com/urdu/entertainment-38981245

۸۔ https://www.facebook.com/FreeOnlineNovels/posts/

۹۔ نواب سکندر بیگم آف بھوپال، سفر نامہ حج: وقائع حج، تحقیق، مقدمہ، حواشی از زیف سید، جہلم، بک کارنر، ۲۰۲۵ء

۱۰۔ بورخیس، بھول بھلیاں: خورخے لوئس بورخیس کے پندرہ منتخب افسانے، مترجم: زیف سید، اسلام آباد، اکادمی ادبیات، ۲۰۲۶ء

۱۱۔ زیف سید، ارتقائی تنقید، کراچی: سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۲۶ء، ص کور بیک فلیپ

۱۲۔ ایضاً

References in Roman Script:

1. Zaif Syed, Aadhi Raat Ka Suraj (Lahore: Fiction House, 2013), P. 43.
2. Zaif Syed, Gul Meena (Rawalpindi: Romail House of Publications, 2019), P. 257.
3. Zaif Syed, Rati (Rawalpindi: Romail House of Publications, 2026), P. 35.
4. Zaif Syed, Istafada, Maqaalah Nigaar, ba-zariya Facebook Article.
5. https://pakistansinfocus.wordpress.com/2013/
6. https://www.bbc.com/urdu/entertainment-44553294
7. https://www.bbc.com/urdu/entertainment-38981245
8. https://www.facebook.com/FreeOnlineNovels/posts/
9. Nawab Sikandar Begum of Bhopal ,Safarnama Hajj: Waqai Hajj ,tahqeeq, muqadma, hawashi az Zeef Syed (Jhelum: Book Corner, 2025)
10. Borges ,Bhool Bhulaiyan: Jorge Luis Borges ke Pandrah Muntakhab Afsane , mutarjim: Zeef Syed (Islamabad: Akademi Adabiyat, 2026)
11. Zaif Syed, Irtiqai Tanqeed (Karachi: City Book Point, 2026), P. Cover Back Flap.
12. Ibid.